جون 2022

ماہنامہ

سَبق پھِر پڑھ

لاہور

بیاد

بابائے خلافت، چودھری رحمت علی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ

مدیرِ مسئول

ال عمران چوہدری

دارُالسّلام

تمام مسلم ممالک کو ملا کر کُرّہ ارض پر معرضِ وجود
میں آنے والی عظیم تر اسلامی مملکتِ واحدہ کا نام

لٹریچر دستیاب ہے (بالکل فری)

آپ اپنی تعلیم، پتہ اور دنیا میں دینِ حق کو سر بلند کرنے میں آپ کی تڑپ کے متعلق ایک مختصر جملہ بھیج کر درج ذیل لٹریچر مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ خرچہ ڈاک بھی بذمہ ادارہ ہوگا۔

نام	صفحات
1- اسلام پر کیا گزری	16
2- نظامِ خلافت ہی کیوں؟	16
3- ہماری سمت درست نہیں	16
4- خلافت، فیوض و برکات	08
5- ہمارا تعارف اور ہدف	04

نوٹ:

1- ان پمفلٹس کا صرف ایک سیٹ منگوا سکتے ہیں۔

2- پتہ صاف ستھرا اور واضح لکھیں تا کہ ڈاک کا مسئلہ نہ ہو۔

3- خود بغور پڑھیں اور آگے کسی دوسرے کے حوالے کریں۔

4- طلبا و طالبات کو ترجیح دی جائے گی۔

ملنے کا پتہ: دارالسلام (4 - 29 / B) واپڈا ٹاؤن لاہور موبائل: 0300 - 8425428

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر

سجدوں سے تیرے کیا ہوا صدیاں گزر گئیں
دنیا تیری بدل دے وہ سجدہ تلاش کر

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

بَلِّغْ

مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ

مُدیر

چودھری رحمت علی مرحوم بابائے خلافت

نوٹ

1۔ عطیات وواجبات بینک الحبیب لمیٹڈ کی برانچ واپڈا ٹاؤن، لاہور کے اکاؤنٹ نمبر 4-01-101 0040-0081-000 میں جمع کروائیں۔

2۔ ''سبق پھر پڑھ'' کی مطلوبہ کاپیاں خرید کر آپ اپنے ہاں مفت یا قیمتاً تقسیم کرکے اشاعتِ دین کے فرضِ منصبی سے عہدہ براء ہوسکتے ہیں۔

3۔ ادارہ کا مضمون نگار سے کلی طور پر اتفاق ضروری نہیں۔

زرِتعاون

فی شمارہ :-/30 روپے
سالانہ :-/300 روپے

بیرونِ پاکستان منگوانے کے خواہشمند حضرات علیحدہ رابطہ کریں۔

اے اللہ! ہمیں وہی کام کرنے کی توفیق عطا فرما جو مسلمانانِ عالم کو دنیا میں بالا کر دیں، جو تیرے دین کو غالب کر دیں

سبق پھر پڑھ

ماہنامہ لاہور۔ پاکستان

جلد:30 شمارہ 06 ذوالقعدہ 1443ھ جون 2022ء

اس شمارے میں

☆ اداریہ: ریموٹ کنٹرول جمہوریت اور ریاستی گدھ۔۔۔۔04
☆ خلافتِ عثمانیہ کے خاتمہ میں یہودی کردار۔۔۔۔۔۔۔10
☆ اسلامی سیاست کے بنیادی اصول۔۔۔۔۔۔14
☆ سماجی انصاف کی اہمیت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔19
☆ صراطِ مستقیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔23

مقامِ اشاعت

چودھری ال عمران پبلشر نے میٹرو پرنٹرز سے چھپوا کر دارالسلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور سے شائع کیا

CPL NO. 91

CPL NO. 91

ریموٹ کنٹرول جمہوریت اور ریاستی گدھ

اداریہ......ابوفیصل محمد منظور انور

یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تو
مجھ کو تو گلا تجھ سے ہے یورپ سے نہیں

وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قیام لاکھوں افراد کی لازوال قربانیوں کا صلہ ہے جس میں ان شہدا کا خون شامل ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے تقریباً ایک سوسال تک اپنی جانی و مالی قربانیاں پیش کر کے یہ خطہ ارضی اس لئے حاصل کیا تھا کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین اسلام کا نظام نافذ ہوگا اور قرآن سے حاصل کردہ ہدایات کی روشنی میں اپنی زندگیاں گزاریں گے۔ ہمارا طرزِ زندگی' معاشرت' معیشت' سیاست' رہن سہن' بود و باش سب کچھ عین اسلامی تعلیمات اور ہمارے پیارے رسول محمد ﷺ کے اُسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم کی بدولت اس مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کا معجزہ 27ویں رمضان المبارک کی رات (لیلۃ القدر) 14 اگست 1947ء کو رونما ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی خواہشات کے مطابق ایک الگ سرزمین عطا فرمائی۔ تاکہ ایک اللہ کو ماننے والے توحید پرست مسلمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے اپنے وعدے کے مطابق یہاں کلمہ طیبہ کا نظام جاری کرسکیں۔ تاریخی صفحات گواہ ہیں کہ قائداعظم محمد علی جناح مرحوم نے بڑے اعتماد کے ساتھ وعدہ کرتے ہوئے یہ باتیں متعدد بار دہرائی تھیں کہ اس ملک میں قرآنِ مجید کی تعلیمات پر مبنی ہی نظامِ حکومت قائم کیا جائے گا۔ مصور و مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال مرحوم کی تقریریں اور تحریریں بھی گواہ ہیں کہ وہ مسلمانوں کے لئے ایک الگ ملک چاہتے تھے جس میں قرآن مجید کے نظام کی بجائے کسی بھی دوسرے نظامِ حکومت کی سرے سے گنجائش ہی نہیں ہے مگر ان عظیم رہنماؤں کی رحلت کے بعد اقتدار کے رسیا کچھ لبرل و سیکولر عناصر نے کلمہ طیبہ کے نظام کے نفاذ کے

وعدے سے انحراف کرتے ہوئے ملکی اقتدار پر قابض ہو کر من مرضی کے نظام نافذ کر کے ملک چلانا شروع کر دیا جس کی سزا قوم بھگت رہی ہے۔قراردادِ مقاصد ایسی دستاویز جسے ملک کے تمام مکاتبِ فکر نے متفقہ طور پر منظور کیا تھا' کو پسِ پشت ڈال کر سرد خانے کی نذر کر دیا گیا اور اسلامی نظام کے نفاذ میں روڑے اٹکائے گئے۔مغربی جمہوریت سیکولر نظام اپنانے کے نتیجے میں مغربی اور بھارتی ثقافت کو فروغ حاصل ہوا اور ہماری معاشرتی' اسلامی واخلاقی قدریں شدید متاثر ہوئیں' مغربی افکار اور طرزِ زندگی اپنانے کا رجحان بڑھا اور نظامِ اسلام کے نفاذ کا خواب ادھورا رہ گیا جو ہنوز تشنہ تکمیل ہے اور سات عشرے گزارنے کے باوجود اس میں نفاذ دینِ اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

مغربی جمہوری نظام کا ہی نتیجہ ہے کہ گزشتہ 75 سالوں میں اس نظام کے تحت برسرِ اقتدار آنے والی ہر با اثر شخصیت نے ملکی خزانے کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا ہے' ملکی وسائل لوٹنے والے کرپشن کنگ' خون خوار درندے اور لٹیرے اب تو کرپشن مافیا کی شکل اختیار کر چکے ہیں جو مختلف طریقوں سے ملکی خزانے پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔منصفانہ' غیر جانبدارانہ احتساب نہ ہونے اور حکمرانوں کی ہوس اقتدار و مصلحت کوشی کی پالیسیوں اور احتسابی اداروں کے ذمہ داروں کو رشوت دینے کے باعث ہر دور میں یہ لٹیرے صاف طور پر بچ نکلتے رہے اور پھر پہلے سے زیادہ دیدہ دلیری کے ساتھ آج تک دوبارہ لوٹتے چلے آرہے ہیں۔مغربی جمہوریت کو اپنا کر ہم نے کیا حاصل کیا؟ سات عشروں سے بلی اور چوہے کا کھیل جاری ہے جسے عوام کی اکثریت بڑی بے بسی کے ساتھ دیکھ رہی ہے۔اسلامی جمہوریہ پاکستان کی تاریخ بدعنوان سیاسی شخصیات' سرکاری افسران' صنعت کاروں' قرضہ خوروں اور دیگر با اثر لٹیروں کی لوٹ مار کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ہر حکمران نے ملکی قدرتی وسائل کی لوٹ مار میں اپنے پیشرو حکمران سے بازی لے کر اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھوئے' کبھی جمہوریت کی بقا تو کبھی این آر او کے نام پر یا پھر نیب حکام کو رشوت دے کر یا اس سے پلی بارگین کے ذریعے لوٹ شدہ مال کا معمولی حصہ دے کر ملکی دولت کو لوٹا گیا'

اکثر حکمرانوں نے ایک دوسرے کی کرپشن کو تحفظ دیا' منی لانڈرنگ کی گئی اور کھربوں روپے بیرونِ ممالک میں بھجوا کر کاروبار کئے گئے اور جائیدادیں بنائی گئیں۔ غیر ملکی قرضے لے کر نظامِ مملکت چلانے والے اپنی ہر باری کو آخری باری سمجھ کر لوٹتے رہے ہیں' نتیجے میں ملک اربوں ڈالرز کا مقروض ہے' بدقسمت عوام غیر ملکی قرضوں کے بوجھ تلے دب چکے ہیں۔ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق ہر ایک پاکستانی تقریباً ڈیڑھ لاکھ کا مقروض ہے۔ عوام گزشتہ سات عشروں سے ذلیل وخوار ہو رہے ہیں' احتسابی ادارہ نیب میں مختلف سیاسی و دیگر شخصیات کی اربوں روپوں کی لوٹ مار اور قرضے خوری کی تحقیقات کی اطلاعات نے عام پاکستانیوں کو خوش فہمی میں مبتلا کیے رکھا مگر عوامی خواہشات کے برعکس اس کا نتیجہ صفر ہی نکلا' کسی بھی بڑے لٹیرے کو سزا نہ مل سکی' ابھی تک یہ لٹیرے کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ تحریکِ انصاف کی حکومت جو کرپشن ختم کرنے اور کرپٹ عناصر کا احتساب کرنے کے نعرے کے نتیجے میں برسرِ اقتدار آئی تھی وہ بھی احتساب کو منطقی انجام تک پہنچانے میں ناکام رہی ہے اور احتسابی عمل سست روی کا شکار رہا اور کرپشن کنگ بدمعاش عناصر سازشوں کے ذریعے احتسابی عمل رکوانے کے لیے کوشاں رہے اور اب تو کسی حد تک وہ کامیاب نظر آتے ہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا (سورۂ بنی اسرائیل:16)

''اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے دولت مندوں کو کوئی حکم دیتے ہیں پھر وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے اور ہم اسے برباد کر دیتے ہیں''۔

پوری قوم کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو سامنے رکھ کر سنجیدگی کے ساتھ سوچنا ہوگا کہ طبقہ اشرافیہ کی بداعمالیوں پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے باعث کہیں وطنِ عزیز پر کوئی ایسی آزمائش تو

نہیں آنے والی۔ کیونکہ اس وقت طبقہ اشرافیہ نے وطنِ عزیز میں اخلاقیات کی تمام حدیں پار کر کے عدل وانصاف کی بجائے ظلم وجبر اور ناانصافی کی دلدل میں دھکیلنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ استغفر اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔

کرپشن مافیا سازشی عناصر اپنے شدید ترین اختلافات کے باوجود ایک بار پھر پاکستان کا اقتدار اعلیٰ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ماضی میں ایک امریکی یہودی منسٹر ہنری کسنجری نے پاکستانی قوم کا مذاق ان الفاظ میں اڑایا تھا کہ پاکستانی ڈالرز کے عوض اپنی ماں کو بھی بیچ سکتے ہیں۔ اور اب پڑوسی دشمن ملک بھارت کے ایک کانگریسی لیڈر نے پاکستان میں حکومت کی تبدیلی پر پھبتی کسی اور بھارتی وزیر اعظم سے کہا ہے کہ ملکی دفاع پر خواہ مخواہ اربوں روپے کے دفاعی ہتھیاروں کی خریداری پر خرچ کرنے کی بجائے ایک ہی بار آٹھ دس ارب روپے خرچ کر کے پاکستانی اسمبلی کے ممبران ہی خرید کر اپنی مرضی کی حکومت مسلط کر دو۔ دشمن ملک کے رہنماؤں کے یہ ریمارکس پاکستان کے 22/23 کروڑ عوام اور متعلقہ ذمہ داروں کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ کے مترادف ہے۔ کاش موجودہ حالات کے ذمہ داران اتنے بے ضمیر نہ ہوتے کہ پاکستانی قوم کو یہ طعنے سننے پڑتے۔ بدقسمتی سے ہماری اکثر مذہبی جماعتیں بھی سیکولر مغربی جمہوریت کے فریب کا شکار ہو کر رہ گئیں اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن مجید فرقانِ حمید کی تعلیمات کے مطابق آئین سازی کرنے کی بجائے اس لادینیت کے حامل مغربی جمہوری نظام سے امیدیں وابستہ کر لیں۔ 1973ء کا متفقہ آئین جس میں کچھ اسلامی دفعات کے نفاذ کا وعدہ کیا گیا تھا مگر ابھی تک اس کو سرد خانے میں رکھ دیا گیا ہے اور سودی نظام جیسی لعنت ابھی تک ملکی معیشت کا حصہ ہے جس کے باعث ہماری معیشت اور معاشرت تباہ ہو چکی ہے۔ حالانکہ اس نوزائیدہ مملکت نے اپنے ابتدائی دور میں ایک یورپی ملک جرمنی کو قرضہ دیا تھا مگر ملک کو ترقی یافتہ بنانے کے وعدے پر حکمرانوں نے مغربی ممالک کے سودی نظام سے امیدیں وابستہ کر کے امداد لینا شروع کی تو ان کے اپنے مقاصد سامنے آئے اور سودی نظام نے ہمیں بری طرح قرضوں میں جکڑ لیا۔ ہوس اقتدار کے رسیا

حکمرانوں نے آنکھیں بند کر کے ان کی شرائط کو قبول کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام دشمن بڑی طاقتوں نے پاکستانی معیشت کو تباہ و برباد کرنے کی سازشوں کے ساتھ ساتھ نفاذِ اسلام کی راہ میں روڑے اٹکائے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اپنے ایجنٹ حکمران مسلط کئے رکھے ہیں۔ ملک عملاً ایک مقبوضہ اسٹیٹ بن کر رہ گیا' یہاں تک کہا گیا کہ پاکستان میں حکومت کرنے کے لئے امریکی حکومت کی آشیر باد اولین شرط ہے۔ ایک آزاد ملک نام کی آزادی تک رہا مگر عملاً ایک امریکی مقبوضہ کالونی بن کر رہ گیا' جس کے سارے فیصلے بدیشی حکمران کرنے لگے ہیں۔

انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ ایک بار پھر اکثر سیاسی جماعتوں کے کرتا دھرتا اپنے ذاتی مفادات کے اسیر بن کر فقط اقتدار کی کرسی کے ہی طلبگار ہو کر رہ گئے ہیں جنہوں نے ماضی میں بھی اپنے اپنے منشور کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنے سیاسی مخالفین سے ملکر مخلوط حکومتیں بنا کر اقتدار کے مزے لوٹے اور قومی خزانے کی لوٹ کھسوٹ میں ایک دوسرے سے بازی لیتے رہے۔

صالح قیادت نہ ہونے کے باعث ملک کا مستقبل مخدوش نظر آتا ہے۔ موجودہ مغربی جمہوریت سے مطلوبہ نتائج کا حصول ناممکن ہے۔ یہ ریموٹ کنٹرول مغربی جمہوریت کا بدبودار نظام ناکام ہو چکا ہے جس نے ہر ادارے کو کرپٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ انتظامیہ' عدلیہ' فوج' سول بیوروکریسی' صحافت سب ادارے اپنی حدود میں کام کرنے کی بجائے اپنے ذاتی مفادات کے اسیر بن کر مخصوص ایجنڈے پر گامزن ہیں جس سے ملک ترقی معکوس کی شاہراہ پر گامزن ہے جو حصول پاکستان کے نصب العین نفاذِ اسلام کے وعدے سے صریحاً متصادم نظر آتے ہیں۔ ان حالات میں عوام خانہ جنگی اور خونی انقلاب کی طرف رواں دواں ہے۔ بڑی استعماری طاقتوں اور مقامی حکمرانوں کی سازشوں کے باعث وقتی طور پر یہ انقلاب کچھ عرصہ کے لئے سست روی کا شکار ہے۔ پاکستانی مقتدر شخصیات عوامی ری ایکشن یا تبدیلی کے عمل کو سمجھیں اور نوشتہ دیوار پڑھیں جب ان سے فاقہ کشی سے تنگ آ کر خودکشی کرنے والا' مہنگائی سے تنگ بھوکا مزدور' وسائل کی کمی کا شکار تعلیم سے محروم رہ جانے والے نوجوان' انصاف کے حصول میں برسوں ضلع کچہری اور تھانوں کے چکر لگا

کر دربدر ہونے والے، ہسپتال میں علاج نہ ملنے پر ایڑیاں رگڑ کر مرنے والا، وڈیرے سے تنگ ہاری حساب مانگے گا شاید اس وقت انہیں زندگی کی مہلت ہی نہ مل سکے۔اس صورت حال کی ذمہ داری برسوں سے قومی خزانے سے کھیلنے والے سیاست دانوں، طبقہ اشرافیہ، مقتدر طبقات پر عائد ہوتی ہے۔اللہ بیزار، وحی دشمن مغربی طاقتیں ابلیسی ایجنڈے کو آگے بڑھاتے ہوئے ہمارے اسلامی نظریات کو ختم کر کے ہماری نوجوان نسل کی اخلاقیات کو تباہ کر رہے ہیں۔سوشل میڈیا کے ذریعے فحاشی اور بے حیائی کا سیلاب اُمڈ آیا ہے، وہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا بلکہ اس کی شدت میں روز افزوں اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔دجالی فتنے کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے،ہم سب کو اس سے بچنا بچانا ہے۔دجال نے اپنا جال پھیلا دیا اب ہم نے اپنی ذمہ داریاں پوری کر کے اس سے محفوظ رہنا ہے مگر ہم من حیث القوم اپنی اپنی لگن میں مست ہو کر ریت میں منہ چھپائے خاموش بنے بیٹھے ہیں۔ابلیسی نظریات کا حامل دجالی فتنہ تو اپنے شیطانی کھیل کا آغاز کر چکا ہے۔ایک ایسا ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان جو تائید ایزدی کے ساتھ دین اسلام کے عملی نفاذ کے لئے نظریاتی طور پر وجود میں آیا تھا وہاں نفاذِ اسلام کا وعدہ پورا نہ ہو سکا اس کے ذمہ دار حکمرانوں کے ساتھ ساتھ اس کے خواص وعوام بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا اپنا عہد بھول کر اپنی آخرت کے انجام سے غافل اپنی دنیا بنانے میں لگے ہیں۔دینِ اسلام اور خلافت کے نفاذ کے لئے ہم نے اپنی ذمہ داریاں نہ نبھائیں اور اپنے کرتوت نہ بدلے تو کچھ بعید نہیں کہ خالق کائنات کوئی اور قوم لے آئے جو اس کے پسندیدہ دین اسلام کو نافذ کر کے بازی لے جائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔اس وقت سے پہلے اٹھیے! آیئے اور اپنے حصے کا کام کرنے میں پہل کریں۔جو لوگ بھی نفاذِ اسلام اور احیائے خلافت کے لئے متحرک ہیں ان تنظیموں سے جڑ کر اپنے حصے کا کام کر جائیں تا کہ روزِ محشر اللہ رب العزت کے حضور سرخرو ہو سکیں۔

اُٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں
نفس سوختہ شام و سحر تازہ کریں

خلافتِ عثمانیہ کے خاتمہ میں یہودی کردار

مولانا زاہدالراشدی......

ہجری اعتبار سے ستائیس رجب کو خلافتِ عثمانیہ کے خاتمہ کو ایک صدی مکمل ہوگئی ہے کہ سو سال قبل اس روز آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید عثمانی کو ترکی سے جلاوطن کر دیا گیا تھا' اس مناسبت سے دو عشرے پہلے 17 مارچ 2003ء کو شائع ہونے والا ایک مضمون قارئین کی خدمت میں دوبارہ پیش کیا جا رہا ہے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور نے 5 مارچ 2003ء کو ایک اسرائیلی اخبار کے حوالہ سے خبر دی ہے کہ اسرائیل کے وزیر دفاع جنرل موفاذ نے کہا ہے کہ چند روز تک عراق پر ہمارا قبضہ ہوگا اور ہمارے راستے میں جو بھی رکاوٹ بنے گا اس کا حشر عراق جیسا ہی ہوگا۔ جنرل موفاذ نے خلافتِ عثمانیہ کا حوالہ بھی دیا ہے کہ عثمانی خلیفہ سلطان عبدالحمید نے ہمیں فلسطین میں جگہ دینے سے انکار کیا تھا جس کی وجہ سے ہم نے نہ صرف ان کی حکومت ختم کر دی بلکہ عثمانی خلافت کا بستر ہی گول کر دیا۔ اب جو اسرائیل کی راہ میں مزاحم ہوگا اسے اسی انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اسرائیلی وزیر دفاع کے اس بیان سے یہ حقیقت ایک بار پھر واضح ہوگئی ہے کہ عراق پر امریکی حملے کا منصوبہ دراصل صیہونی عزائم کی تکمیل کے لیے ہے اور اس عالمی پروگرام کا حصہ ہے جو عالم اسلام کے وسائل پر قبضہ اور اسرائیلی سرحدوں کو وسیع اور مستحکم کرنے کے لیے گزشتہ ایک صدی سے تسلسل کے ساتھ جاری ہے اور اس میں امریکہ' برطانیہ اور ان کے اتحادی مسلسل سرگرم عمل ہیں۔

آج سے ایک صدی قبل سلطان عبدالحمید خلافتِ عثمانیہ کے تاجدار تھے جن کا تذکرہ جنرل موفاذ نے اپنے مذکورہ بیان میں کیا ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کا دارالسلطنت استنبول (قسطنطنیہ) تھا اور فلسطین' اردن' عراق' شام' مصر اور حجاز سمیت اکثر عرب علاقے ایک عرصہ سے خلافتِ عثمانیہ کے زیرِ نگین تھے۔ فلسطین خلافتِ عثمانیہ کا صوبہ تھا اور بیت المقدس کا شہر بھی عثمانی سلطنت کے اہم

شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ یہودی عالمی سطح پر فلسطین میں آباد ہونے اور اسرائیلی ریاست کے قیام کے ساتھ ساتھ بیت المقدس پر قبضہ کر کے مسجد اقصیٰ کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کا پروگرام بنا چکے تھے اور اس کے لیے مختلف حوالوں سے راہ ہموار کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔ سلطان عبدالحمید مرحوم نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ یہودیوں کی عالمی تنظیم کا وفد ان کے پاس آیا اور ان سے درخواست کی کہ انہیں فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دی جائے۔ چونکہ عثمانی سلطنت کے قانون کے مطابق یہودیوں کو فلسطین میں آنے کی اور بیت المقدس کی زیارت کی اجازت تو تھی مگر وہاں زمین خریدنے اور آباد ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ چنانچہ بیسویں صدی کے آغاز تک پورے فلسطین میں یہودیوں کی کوئی بستی نہیں تھی، یہودی دنیا کے مختلف ممالک میں بکھرے ہوئے تھے اور کسی ایک جگہ بھی ان کی ریاست یا مستقل شہر نہیں تھا۔ سلطان عبدالحمید مرحوم نے یہ درخواست منظور کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اسرائیل، بیت المقدس اور فلسطین کے بارے میں یہودیوں کا عالمی منصوبہ ان کے علم میں آ چکا تھا اس لیے ان کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اس صورتحال میں یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دیتے۔

سلطان مرحوم کا کہنا ہے کہ دوسری بار یہودی لیڈروں کا وفد ان سے ملا تو یہ پیشکش کی کہ ہم سلطنت عثمانیہ کے لیے ایک بڑی یونیورسٹی بنانے کے لیے تیار ہیں جس میں دنیا بھر سے یہودی سائنس دانوں کو اکٹھا کیا جائے گا اور سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے لیے یہودی سائنس دان خلافتِ عثمانیہ کا ہاتھ بٹائیں گے، اس کے لیے انہیں جگہ فراہم کی جائے اور مناسب سہولتیں مہیا کی جائیں۔ سلطان عبدالحمید مرحوم نے وفد کو جواب دیا کہ وہ یونیورسٹی کے لیے جگہ فراہم کرنے اور ہر ممکن سہولتیں دینے کو تیار ہیں بشرطیکہ یہ یونیورسٹی فلسطین کی بجائے کسی اور علاقہ میں قائم کی جائے۔ یونیورسٹی کے نام پر یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت نہیں دیں گے لیکن وفد نے یہ بات قبول نہ کی۔

سلطان عبدالحمید مرحوم نے لکھا ہے کہ تیسری بار پھر یہودی لیڈروں کا وفد ان سے ملا

اور یہ پیشکش کی کہ وہ جتنی رقم چاہیں انہیں دے دی جائے گی مگر وہ صرف یہودیوں کی ایک محدود تعداد کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دے دیں۔ سلطان مرحوم نے اس پر سخت غیظ وغضب کا اظہار کیا اور وفد کو ملاقات کے کمرے سے فوراً نکل جانے کی ہدایت کی نیز اپنے عملہ سے کہا کہ آئندہ اس وفد کو دوبارہ ان سے ملاقات کا وقت نہ دیا جائے۔

اس کے بعد ترکی میں خلافتِ عثمانیہ کے فرمانروا سلطان عبدالحمید مرحوم کے خلاف سیاسی تحریک کی آبیاری کی گئی اور مختلف الزامات کے تحت عوام کو ان کے خلاف بھڑکا کر ان کی حکومت کو ختم کرادیا گیا' چنانچہ حکومت کے خاتمہ کے بعد انہوں نے بقیہ زندگی نظر بندی کی حالت میں بسر کی اور اسی دوران مذکورہ یادداشتیں تحریر کیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ انہیں خلافت سے برطرفی کا پروانہ دینے کے لیے جو وفد آیا اس میں ترکی پارلیمنٹ کا یہودی ممبر ''قرہ صو'' بھی شامل تھا جو اس سے قبل مذکورہ یہودی وفد میں بھی شریک تھا اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ سلطان مرحوم کے خلاف سیاسی تحریک اور ان کی برطرفی کی یہ ساری کاروائی یہودی سازشوں کا شاخسانہ تھی جس کی تصدیق اب تقریباً ایک صدی گزر جانے کے بعد اسرائیلی وزیر دفاع جنرل موفاذ نے بھی مذکورہ بیان میں کردی۔

سلطان عبدالحمید مرحوم ایک باغیرت اور باخبر حکمران تھے جنہوں نے اپنی ہمت کی حد تک خلافت کا دفاع کیا اور یہودی سازشوں کا راستہ روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے لیکن ان کے بعد بننے والے عثمانی خلفاء کٹھ پتلی حکمران ثابت ہوئے جن کی آڑ میں مغربی ممالک اور یہودی اداروں نے خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے کے ایجنڈے کی تکمیل کی اور 1924ء میں خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔ ترکوں نے عرب دنیا سے لاتعلقی اختیار کر کے ترک نیشنلزم کی بنیاد پر سیکولر حکومت قائم کرلی' جبکہ مکہ مکرمہ کے گورنر حسین شریف مکہ نے' جو اردن کے موجودہ حکمران شاہ عبداللہ کے پردادا تھے' خلافتِ عثمانیہ کے خلاف مسلح بغاوت کر کے عرب خطہ کی آزادی کا اعلان کردیا۔ انہیں یہ چکما دیا گیا تھا کہ خلافتِ عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد ان کی خلافت عالم اسلام میں قائم ہوجائے گی مگر ان کے ایک بیٹے کو عراق اور دوسرے بیٹے کو اردن کا بادشاہ بنا کر ان کی عرب خلافت کا خواب سبوتاژ کردیا گیا۔ حجاز مقدس پر آل سعود کے

قبضہ کی راہ ہموار کر کے حسین شریف کو نظر بند کر دیا گیا جنہوں نے باقی زندگی اسی حالت میں گزاری۔

اس دوران فلسطین پر برطانیہ نے قبضہ کر کے اپنا گورنر بٹھا دیا جس نے یہودیوں کو اجازت دے دی کہ وہ فلسطین میں آ کر جگہ خرید سکتے ہیں اور آباد ہو سکتے ہیں' چنانچہ دنیا کے مختلف ممالک سے منظّم پروگرام کے تحت یہودیوں نے فلسطین میں آ کر آباد ہونا شروع کیا۔ وہ فلسطین میں جگہ خریدتے تھے اور اس کی دوگنی چوگنی قیمت ادا کرتے تھے فلسطینی عوام نے اس لالچ میں جگہیں فروخت کیں اور علماء کرام کے منع کرنے کے باوجود محض دگنی قیمت کی لالچ میں یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کا موقع فراہم کیا۔ اس وقت عالمِ اسلام کے سرکردہ علماء کرام نے فتویٰ صادر کیا کہ چونکہ یہودی فلسطین میں آباد ہو کر اسرائیلی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں اور بیت المقدس پر قبضہ ان کا اصل پروگرام ہے' اس لیے یہودیوں کو فلسطین کی زمین فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ یہ فتویٰ دیگر بڑے علماء کرام کی طرح حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی جاری کیا جو ان کی کتاب ''بوادر النوادر'' میں موجود ہے۔ مگر فلسطینیوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور دنیا کے مختلف اطراف سے آنے والے یہودی فلسطین میں بہت سی زمینیں خرید کر اپنی بستیاں بنانے اور آباد ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ حتیٰ کہ 1945ء میں اقوام متحدہ نے یہودیوں کو فلسطین کے ایک حصے کا حقدار تسلیم کر کے ان کی ریاست کے حق کو جائز قرار دے دیا اور فلسطین میں اسرائیل اور فلسطین کے نام سے دو الگ الگ ریاستوں کے قیام کی منظوری دے دی جس کے بعد برطانوی گورنر نے اقتدار یہودی حکومت کے حوالہ کر دیا۔

یہ اس بیان کا مختصر سا پس منظر ہے جس میں اسرائیلی وزیر دفاع کے جنرل موفاز نے خلافتِ عثمانیہ کے فرمانروا سلطان عبدالحمید مرحوم کی معزولی اور خلافتِ عثمانیہ کے خاتمہ میں یہودی کردار کا ذکر کیا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عالم اسلام کے دشمن کس قدر چوکنا' باخبر اور مستعد ہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں ہماری بے حسی' بے خبری اور ناعاقبت اندیشی کی سطح کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں' آمین یا رب العالمین۔

اسلامی سیاست کے بنیادی اصول

......محمد اسماعیل ریحان

صحابہ کرامؓ کا دورِ اقتدار 11 ہجری سے شروع ہوتا ہے اور درمیان میں یزید کی حکمرانی کے پونے چار سال مستثنیٰ کر کے 73ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت تک برقرار رہتا ہے۔ چونکہ اس دور کی سیاست میں اصل کردار صحابہ کرامؓ کا تھا اس لئے یہ تاریخ عقیدے اور نظریے کی تاریخ بن جاتی ہے۔ اسے عام اَدوار کی طرح سرسری نہیں سمجھا جاسکتا اور یہی وجہ ہے کہ اس دور کے واقعات نقل کرنے کے لیے محدثین کے طرز پر تحقیق اور چھان بین کا راستہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ اس لگ بھگ ستر سالہ زمانے میں ہمیں سات حکمران صحابہ یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت حسنؓ بن علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم مختلف ادوار میں مسلمانوں کی قیادت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان حضرات کا طرزِ سیاست' مختلف اوقات میں ان کے فیصلے' حالات سے نبرد آزما ہونے میں ان کی حکمت وفراست' غیر منصوص سیاسی مسائل کے لئے ان کی فقاہت اور قوتِ استنباط' مخالفین سے معاملات میں ان کی حزم واحتیاط یہ تمام چیزیں ہمارے لئے راہنما قواعد وضوابط مہیا کرتی ہیں۔ بعد کے فقہاء اور آئمہ مجتہدین نے قرآن وسنت کے بعد صحابہ کرامؓ کے انہی آثار کو سامنے رکھتے ہوئے شرعی مسائل خصوصاً سیاستِ اسلامیہ کے آداب اور اصول مرتب کیے ہیں۔

مسلمانوں نے جب بھی ان آداب اور اقدار کی پیروی کی وہ دنیا میں سر بلند

ہوئے۔اس کے برخلاف وہ جب بھی اجتماعی طور پر کسی بحران کا شکار ہوئے‘ اس کے پیچھے انہیں اسلامی تعلیمات اور صحابہ کرامؓ کی سیرت سے عمومی انحراف کا بہت بڑا دخل تھا‘ کیونکہ کوئی مرض کسی سبب کے بغیر پیدا نہیں ہوتا اور جب تغیر یا نقصان عمومی ہو تو سبب بھی اسی درجے کا ہوگا۔اپنی تاریخ میں جگہ جگہ مسلمانوں کے حالات برعکس دیکھ کر یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ نعوذ باللہ اسلام میں کوئی کمی ہے۔نہیں! کیونکہ اسلام امن وسلامتی‘ قومی فلاح اور ترقی وخوشحالی کا ضامن ہے۔کمی اس اجتماعی شعور یا رائے عامہ میں ہوتی ہے جسے تمام مسلمان یا ان کے بعض گروہ اختیار کر چکے ہوتے ہیں یا کمزوری قیادت کے اس فیصلے میں ہوتی ہے جس میں اسلامی تعلیمات سے انحراف کے علاوہ تجربے اور بصیرت کے لحاظ سے کچھ رخنہ رہ جاتا ہے‘ جسے ہم سیاسی غلطی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے بعد بھی ماضی کے بیشتر مسلم حکمران پابندِ صوم وصلوۃ اور ذاتی زندگی میں نیک وصالح تھے‘ تاہم ان میں سے کئی بڑے حکمرانوں خصوصاً حکومتوں کے بانیوں کی زندگیاں عموماً دو حصوں میں بٹی دکھائی دیتی ہیں۔اقتدار سنبھالنے سے پہلے اور اقتدار سنبھالنے کے بعد۔اقتدار سنبھالنے کے بعد اکثر حکمران قوم کے خیرخواہ ثابت ہوتے رہے‘ مگر اس کے برعکس حصولِ اقتدار کے مرحلے میں ہم اکثر و بیشتر طالع آزماؤں کو ہر طرح کی زیادتی پر کمر بستہ دیکھتے ہیں۔یعنی سیاسی غلطیوں اور مظالم کا سلسلہ ہمیں عموماً انتقالِ اقتدار کے مرحلے میں دکھائی دیتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام نے اس نازک مرحلے کو طے کرنے کے لئے کوئی حل پیش نہیں کیا؟ غور کریں تو اسلامی تعلیمات میں ہمیں ایک بہت اہم اصول واضح دکھائی دیتا ہے جو ’’انتقالِ اقتدار‘‘ کے مرحلے کو لاحق اَن گنت فتنوں اور آفتوں کو دور کر دیتا ہے۔یہ اصول ہے ’’استیناس‘‘ یعنی لوگوں کو مانوس کر کے ان کی رضا اور رغبت کے ساتھ

ان کی امامت و قیادت کے معاملات طے کرنا۔ ''استیناس'' اس لیے ضروری ہے کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں بددلی' شکوہ و شکایت' انتشار اور افتراق پیدا ہوگا جو کسی بھی قوم' معاشرے اور ادارے کے لیے نہایت مہلک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کی امامت بھی سب سے زیادہ عالم اور قاری کو سونپنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اگر اس صفت میں کئی لوگ برابر ہوں تو زیادہ پرہیز گار کو یہ موقع دینے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اگر ان صفات میں کئی لوگ برابر ہوں تو پھر سب سے عمر رسیدہ کو آگے کرنے کا حکم ہے۔

اس قدر باریک تعلیمات کیوں دی گئیں؟ تاکہ اجتماعی عبادت حاضرین کے ''استیناس'' کے ساتھ ہو' افتراق نہ پھیلے اور یہی وجہ ہے کہ رضا و رغبت کے خلاف خوامخواہ امامت کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہی رمز ہے کہ خود امارت اور عہدے طلب کرنے کی مذمت کی گئی ہے' کیوں کہ اگر ایک منصب کے طلبگار جب کئی کئی لوگ ہونگے تو یقیناً دلوں میں کدورت' نفرت' اور پھوٹ پیدا ہوگی اور یہی وجہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل کے اسلام لانے پر اکثر و بیشتر انہی کے سابقہ سرداروں کو امیر برقرار رکھا' کیونکہ لوگ انہی سے مانوس اور مطمئن تھے اور یہی راز تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''الائمۃ من القریش'' کا فرمان سنایا' کیونکہ عربوں میں سب سے محترم قبیلہ یہی تھا۔ مجموعی طور پر جزیرۃ العرب کا معاشرہ انہی کی سیادت سے مانوس تھا اور انہی کی قیادت سب کے ''استیناس'' اور اتحاد کے باعث بن سکتی تھی۔

اسلامی سیاست کا دوسرا اہم ترین ستون شورائیت ہے' کیونکہ اکثر و بیشتر حالات میں ''استیناس'' اسی پر منحصر ہوتا ہے۔ پس استیناس کے لیے شورائیت لازمی ہے۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرتے رہے اور اس کی قولی و عملی تعلیم دیتے رہے۔ اسلام سے پہلے دنیا میں ''حصول اقتدار'' اور ''انتقالِ اقتدار'' کا ایک ہی

ذریعہ تھا یعنی بزورِ شمشیر حکومت بنانا اور چلانا۔ اگر کوئی حکمران بنتا تو اس کا صاف مطلب یہ ہوتا تھا کہ اس کا گروہ سب سے زیادہ طاقتور ہے' چاہے کردار اخلاق کے لحاظ سے وہ کیسا ہی ہو۔ اسلام نے اس فرسودہ طرز کو ختم کر کے ایسا نظامِ سیاست اور ایسا عمومی شعور بخشا کہ لوگ گفتگو اور مشاورت کے ذریعے موزوں ترین شخص کو امام بناتے رہے' چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کسی عسکری قوت' کسی جبر وتشدد اور کسی خانہ جنگی کے بغیر صرف مہاجرین وانصار کی شوریٰ میں بحث کے بعد خلیفہ مقرر کر دیے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے عمومی شوریٰ میں کوئی بحث نہیں ہوئی مگر ان کا باقی ساری امت سے افضل اور قیادت کے لیے بہترین ہونا اتنا واضح تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چند بلند پایہ صحابہ سے مشورہ کر کے کسی تردد کے بغیر انہی کو جانشین مقرر کیا اور کوئی مخالفت نہیں ہوئی۔ یہ مسلمانوں کے سیاسی شعور کا نقطہ عروج تھا۔

عوام کی رضا ورغبت کے بغیر ایک صالح و عادل حکمران کی بنی بنائی حکومت کو بزورِ شمشیر چھیننے کی اسلامی نظامِ سیاست میں کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ مگر پہلی صدی ہجری کے اواخر میں میں جب امت کے بعض سیاستدانوں نے صحابہ کرام کے اقتدار کی شمع گل کر کے اپنی حکومت قائم کی تو اس کے ساتھ ہی اسلامی سیاست کے سنہرے دور کا خاتمہ ہو گیا۔ وہ سنہرا دور جو اندرونی شورشوں' اغیار کے پھیلائے ہوئے فتنوں' بعض خانہ جنگیوں اور کچھ سیاسی غلطیوں کے باوجود اسلامی سیاست کے حوالے سے راہبر و راہنما تھا۔ کیونکہ اس میں اسوہ وہ مقدس انسان تھے جن کے سینوں پر ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' کے تمغے جگمگا رہے تھے ۔جب امت کے سیاستدانوں نے استیناس' شورائیت اور رضا ورغبت کی اسلامی سیاست کو ترک کر کے طاقت اور عسکریت کی سیاست کو اپنایا تو معاشرہ وسیع البنیاد صالح قیادت' عوامی نمائندگی' عدل و انصاف' حقوق کی فراہمی' حق گوئی کی آزادی اور رفاہی خدمات جیسے

مطلوب مقاصد کی طرف اس طرح گامزن نہ رہا جیسے پہلے تھا۔ اخلاق و اقدار کا اجالا اور امن و امان بھی اس معیار پر نہ رہا۔ حکام عوام سے اور عوام حکام سے شاکی رہے۔ معاشرے میں ایک گھٹن پیدا ہوگئی جس سے طبقاتی وگروہی کش مکش بار بار جنم لیتی رہی۔ خفیہ سازشوں، مسلسل بغاوتوں اور خانہ جنگیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ اسلامی معاشرے کا لازمہ بن گیا جیسے دیگر معاشروں اور دیگر قوموں میں چلا آتا تھا۔

نتیجہ وہی نکلا جو اس سے قبل بڑی بڑی سلطنتوں کے آمرانہ نظام کا نکلا تھا۔ جب حکمران خاندان سے باہر کے عالی ہمت بارسوخ، بہادر اور طاقتور افراد نے یہ دیکھا کہ وہ اس نظام کے ہوتے ہوئے کبھی بھی حکمران نہیں بن سکتے اور ملک کے آئین میں ان کے خاندان کی سربراہی کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی تو انہوں نے بھی تلوار ہی کے بل پر یہ گنجائش پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تیسری صدی ہجری میں اسلامی خلافت کی عالمگیریت کا خاتمہ ہوگیا اور جگہ جگہ آزاد خود مختار حکومتیں قائم ہونے لگیں۔ طاقتور امراء مرکز کی گرفت سے بزورِ قوت نکل کر عالم اسلام کے اطراف و جوانب میں اپنی حکومتیں قائم کرتے رہے۔ یوں خلافت کا ادارہ برائے نام رہ گیا اور صوبے دار ''سلاطین'' بن کر ہر طرف چھا گئے۔ پھر ان کی باہمی لڑائیاں اور موروثیت کے مرض کے باعث پیدا شدہ ان کے اندر کی خانہ جنگیاں ایک مستقل داستان ہیں۔ اگر اسلامی نظام سیاست کی روح کو سمجھ استیناس، شورائیت اور رضا و رغبت کی فضا قائم رکھی جاتی تو یقیناً خلافت اسلامیہ اتنی جلد اس قدر محدود نہ ہوتی۔

اس وقت دنیا میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے سرگرم تحریکوں، تنظیموں، اداروں اور افراد کو تاریخ کے اس المیے پر نگاہ رکھنی چاہیے اور اپنے ماضی سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کامل اخلاص اور انتھک جدوجہد کے ساتھ بے شمار قربانیاں دے کر بھی ہم وہی سیاسی غلطیاں دہرانے لگیں اور انجام کار ہمیں انہی المیوں کا پھر سامنا کرنا پڑے۔

سماجی انصاف کی اہمیت

......ڈاکٹر ساجد خاکوانی

اللہ تعالیٰ نے کل انسانیت کو آدم علیہ السلام کی نسل سے جنم دے کر پہلے دن سے ہی سماجی انصاف کی بنیاد رکھ دی تھی۔اسی بات کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا: ''لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔'' (سورۃ نساء: آیت 1) اور اسی سماجی انصاف کو محسن انسانیتﷺ نے اپنے آخری خطبے میں یوں بیان کر دیا کہ تم سب ایک آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے' پس کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفتِ ازلی ''عدل'' ہے اور وہ رب کل کائنات کے ساتھ عدل کرنے والا ہے۔اس عادل مطلق نے عدل کو انتہائی حد تک انسان کے اندر دخیل کیا ہے۔ بظاہر ایک طرف سے محرومی ہے تو دوسری طرف سے اس کا بہترین ازالہ کر دیا' جیسے بینائی سے محروم کیا تو بے پناہ حافظہ عطا کر دیا' ذہنی صلاحیتیں کم تر ملیں تو جسمانی وجود کو قوت و طاقت سے بھر دیا' رنگت اور شکل و صورت میں مقابلۃً کمی بیشی کا شکار ہوا تو خاندانی وجاہت سے اس کمی کو پورا کر دیا علیٰ ھٰذا القیاس۔غرض قدرت کے یہاں سے کل انسان عدل اجتماعی کا مجسم پیکر بن کر دنیا میں بھیجے گئے۔

انبیاء علیہم السلام نے جو تعلیمات انسانیت تک پہنچائیں ان میں سے سماجی عدل کی ایک لحاظ سے مرکزی حیثیت رہی۔محسن انسانیتﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلی قومیں اس

لیے تباہ ہوئیں کہ جب ان کے چھوٹے (طبقے کے لوگ) جرم کرتے تو انہیں سزا دی جاتی اور جب ان کے بڑے (طبقے کے لوگ) جرائم کرتے تو انہیں چھوڑ دیا جاتا۔ جہاں جہاں انسانوں کے اس مقدس ترین طبقے کو اقتدار میسر آیا تو انہوں نے انسانوں کے درمیان عدل وانصاف قائم کیا اور ظلم و جور سے انسانی معاشروں کو پاک صاف کرتے چلے گئے۔ عدل اجتماعی کی ایک اور تاریخ ساز اور عہد آفریں مثال مناسک حج ہیں' جن میں صدہا سال سے ایک بڑے کے گھر میں سب چھوٹے کلیۃً انصاف کے پیمانوں کے مطابق مراسم عبودیت ادا کرتے ہیں۔ سیاست کے میدان میں محض اہلیت کی بنیاد پر سب طبقات کے سب افراد کے لیے کل مناصب کے دروازے کھلے ہیں' معیشت کے میدان میں حرام وحلال سب کے لیے برابر ہیں' معاشرت کے میدان میں صرف تقویٰ ہی معیار عزت وتوقیر ہے۔

خلافت راشدہ میں محسن انسانیت ﷺ کی تعلیمات بامِ عروج پر نظر آئیں۔ خلفائے راشدین نے جس طرح کا سماجی انصاف عالمِ انسانیت کے سامنے پیش کیا' ویسا اس آسمان نے پہلے کبھی دیکھا اور نہ شاید تا قیامت دیکھ پائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے تو ماہانہ مشاہرہ لینے پر آمادہ نہ ہوئے' شورائیت کے نتیجے میں صرف اتنا وظیفہ قبول کیا جو ایک مزدور کی آمدن کے برابر تھا اور دم آخریں یہ وصیت کر گئے کہ جتنا کچھ وظیفہ کل دورِ خلافت میں وصول کیا' ترکے میں سے پہلے اس کی ادائیگی کی جائے اور پھر باقی ماندہ جائداد تقسیم کی جائے۔ حضرت عمر فاروقؓ کا دورِ حکومت کل مورخین نے سنہرے حروف سے لکھا ہے جب روم جیسی سلطنت کا سفیر یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ تمہارا حکمران عدل وانصاف کرتا ہے اور بے غم سوتا ہے جبکہ ہمارے حکمران ظلم وستم کرتے ہیں اور خوف زدہ رہتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ بن عفان نے دنیا بھر کی تاریخ کی واحد مثال پیش کی کہ شہادت تو قبول کر لی لیکن سرکاری افواج تک کو اپنی ذاتی حفاظت پر مامور نہ کیا حالانکہ آپ وقت کے حکمران تھے۔ اور شیر خدا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جس تھان سے اپنے لیے کپڑا کٹواتے اسی تھان سے اپنے غلاموں کے لیے بھی کپڑے کٹواتے تھے اور لوگ آقا اور غلام کو ایک ہی طرح کے کپڑوں میں دیکھ کر ششدر رہ جاتے۔

صرف اسلام نے ہی سماجی عدل و انصاف کو انسانی معاشرے میں جگہ دی کہ مسلمانوں کے عروج سے قبل اور مسلمانوں کے زوال کے بعد پھر ایسی مثالیں انسانوں کے یہاں پیش نہ کی جاسکیں۔کل انسانی تاریخ میں صرف مسلمانوں کے دورِ اقتدار میں ہی ہندوستان میں خاندان غلاماں اور مصر میں مملوک خاندان کے لوگ برسرِ اقتدار آئے اور اس زمین کے سینے پر پہلی بار غلاموں کو اقتدار کے تخت پر براجمان دیکھا۔ ہندوستان میں خاندان غلاماں کے بادشاہان دراصل منڈی میں خریدے گئے غلام تھے اور اپنی قابلیت و اہلیت کی بنیاد پر سیاست کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہوئے اور جب ایک بادشاہ اس دنیا سے رخت سفر باندھ چکتا تو اس کی اولاد کو بادشاہ بنانے کی بجائے عمائدین سلطنت کسی اہل تر فرد کو یہ منصب پیش کرتے اور یوں یہ سلسلہ آگے کو بڑھ جاتا۔

ہندوؤں نے چار ذاتوں کی آڑ میں سماجی انصاف کو ذبح کر دیا۔بدھو نے برما میں سیکڑوں نہیں ہزارہا مسلمان عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا قتل عام کیا اور ان کی بستیاں اور املاک نذرِ آتش کیں اور مسلمانوں کی عبادت گاہوں تک کو نیست و نابود کر کے سماجی انصاف کا قلع قمع کر دیا۔عیسائیوں کے کسی فرقے کا پوپ آج تک ایشیا یا افریقہ سے نہیں آیا حالانکہ اس مذہب کے اکثریتی پیروکاران دونوں براعظموں سے تعلق رکھتے ہیں اور صلیبی جنگوں و سقوط قرطبہ سے آج تک دامن صلیب انسانی خون سے رنگا رنگ ہے۔ یہودیوں نے تو انبیاء علیہم السلام جیسی ہستیوں کے بھی قتل سے دریغ نہ کیا تو باقی عدل و انصاف کے تقاضے وہ کہاں سے پورے کریں گے؟ جبکہ سیکولرازم تو ان سب سے بازی لے گیا ہے جس نے

بدترین اخلاقی وعلمی بددیانتی سے ان مذاہب کے عمدہ ترین تصورات کو چوری کر کے اپنے نام سے منسوب کرلیا ہے اور کذب ونفاق اور ظلم وستم کی وہ داستانیں رقم کی ہیں کہ الامان والحفیظ۔ انتہاء یہ ہے کہ دیگر مذاہب بظاہر جو نظر آتے ہیں حقیقت میں بھی کم وبیش وہی ہی ہوتے ہیں، جبکہ سیکولر ازم انسانیت کا نعرہ لگا کر انسانوں کے خون سے ہولی کھیلتا ہے، جمہوریت کا نعرہ لگا کر آمریت کو مسلط کرتا ہے اور اسی طرح عدل وانصاف کا جھانسا دے کر ظلم وبربریت اور کشت وخون کا بازار گرم کرتا ہے۔

پس اب تو تاریخ انسانی اس بات پر گواہ ہے کہ انسان نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، نیک عمل کیے، حق بات کی نصیحت کی اور صبر کی تلقین کی۔ سماجی انصاف صرف ایک ہی صورت میں عالم انسانیت کا مقدر بن سکتا ہے، جب قرآن وسنت کے اقتدار کا سورج مشرق سے طلوع ہوگا اور وہ وقت قریب ہی آن لگا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اہم اعلان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم قارئین کرام! آپ احباب کو انتہائی مسرت کے ساتھ خوش خبری دی جاتی ہے کہ تحریک کے امیر ڈاکٹر نجم الدین صاحب کی تحریر کردہ تفسیر وترجمہ ''البرہان القرآن'' اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے چھپ چکا ہے اور تحریک کے دفتر بمقام 29 / B4 ' واپڈا ٹاؤن' لاہور اور '' مکتبہ قدوسیہ'' رحمان مارکیٹ' غزنی سٹریٹ' اردو بازار لاہور میں موجود ہے جو حضرات خریدنا چاہیں وہ رابطہ کریں۔ شکریہ!

رابطہ نمبران: 0301 - 7339377، 0321 - 4460487

صراطِ مستقیم

......ایوب بیگ مرزا

اللہ ربّ العزت نے انبیاء اور رُسل کو واضح، بیّن اور روشن نشانیاں دے کر دنیا میں بھیجا۔ ان نشانیوں کو پیغمبروں کے معجزات کہا جاتا ہے۔ معجزے کا حقیقی مفہوم ہے: ’’ایسا ماورائے عقل کام جو نہ صرف فرد بلکہ معاشرے کے اجتماعی دانش کو بھی عاجز کر دے۔‘‘ معجزے کی پشت پر نہ مادی سائنس ہوتی ہے اور نہ اُسے مادی وسائل کی مدد درکار ہوتی ہے۔ عصائے موسیٰ کی ایک ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ پڑتے ہیں تاکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے ہر ایک کو اپنا چشمہ میسر آجائے۔ اسی عصا کی ضرب جب دریا پر پڑتی ہے تو دریا میں پانی کی دیواریں کھڑی ہو جاتی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لیے بیچ دریا راستہ بن جاتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اپنی آنکھوں سے ایک اونٹنی کو پہاڑ کی کوکھ سے جنم لیتے دیکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا اور مادرزاد اندھوں کو بینائی کی نعمت سے نوازا لیکن ان تمام معجزات پر مکان و زمان کی قید لگی تھی۔ حضورﷺ کے دور میں شق القمر کا واقعہ ہوا۔ چاند کا دو حصوں میں بٹ جانا، چونکہ آسمان پر ہونے والا ایک واقعہ تھا، لہٰذا یہ مقام کی قید سے آزاد تھا اور دنیا کے کسی بھی ایسے حصے میں دیکھا جا سکتا تھا جہاں آسمان دنیا پر چاند نظر آرہا تھا۔ تاریخ میں ایسے مستند اور قابل یقین شواہد موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں بھی یہ نظارہ دیکھا گیا۔

ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بھیجنے کا سلسلہ اُس وقت تک

جاری رکھا جب تک اللہ کی ربوبیت' کائنات کی حقانیت اور آخرت کی حتمیت پر یقین محکم کے لیے انسان کو معجزے دکھانے کی ضرورت تھی اور انسان عام اشیاء کو اتنا ہی جانتا اور سمجھتا تھا جتنا اور جیسا اُسے ننگی آنکھ سے نظر آتا تھا یا اپنے ماحول سے وہ اخذ کر سکتا تھا' مثلاً اُس دور کے آدمی کو زمین کے گول ہونے کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اُس دور کا حکیم انسان کے اندر قائم نظام کو اُس طرح نہیں سمجھ سکتا تھا جیسے آج کا سرجن اُس نظام کو دیکھتا ہے اور حیرت و تحسین سے سر دھنتا ہے (کسی کے ہاتھ میں شفا کا ہونا اور نہ ہونا بالکل الگ بات ہے) اگر اُس دور میں کسی سے کہا جاتا کہ تم نے اپنے والدین کی شادی کا منظر دیکھا ہے تو وہ اُسے گالی سمجھ کر مرنے مارنے پر اُتر آتا۔ آج کا بچہ بلکہ نوجوان اپنے والد کو نکاح نامہ پر دستخط کرتے اپنی آنکھوں سے ٹیلی ویژن اسکرین پر دیکھ سکتا ہے۔ اُس دور کا انسان یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ زمینی لحاظ سے ہزاروں میل کے فاصلے کے مکین نہ صرف محوِ گفتگو ہو سکتے ہیں' بلکہ ایک دوسرے کو ایسے ہی دیکھ سکتے ہیں جیسے کوئی چند گز دور بیٹھا ہو۔

خلائی دور میں داخل ہونے کے بعد انسان کے سامنے ایسے ایسے حقائق آئے ہیں کہ وہ اس کائنات کو بنانے والے کی عظمت اور اس میں قائم کردہ ایک زبردست نظام کا ذہنی طور پر قائل ہو گیا ہے۔ کوئی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرے تو بات الگ ہے ورنہ اکثر سائنسدان اور ماہرین اس خلاقی پر عش عش کرتے ہیں۔ آج کے انسان کو صرف دیانت دار اور حقیقت تسلیم کرنے والا ہونا چاہیے تو وہ جان لے گا کہ ایسا بے مثل نظام نہ خود بخود قائم ہوا اور نہ تو خود بخود چل سکتا ہے' جب تک اُس کا کوئی خالق اور نگران نہ ہو۔ انسان عقل اور سوچ سے اس نتیجے بھی پہنچ سکتا ہے کہ ایسا باکمال' بے مثل نظام اور وسیع و عریض سلسلہ صرف Unity of Command سے چل سکتا ہے یعنی ہماری عقل بھی ہمیں توحید کا راستہ چکھاتی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ انسان یہ راستہ دیکھنا چاہتا ہے یا جان بوجھ کر اندھا بنا رہتا ہے۔

سائنس اب اس نتیجے پر بھی پہنچ چکی ہے کہ اس کائنات کا ایک خاتمہ بھی ہے یعنی وہ قیامت کی قائل بھی ہو چکی ہے۔ اگر آج کا انسان چالیس پچاس پرانی یادیں پردہ اسکرین پر تازہ کرسکتا ہے تو انسان کا خالق اُسے اس کی ساری زندگی کی فلم کیوں نہیں دکھا سکتا؟ اگر ہمارا کمپیوٹر بٹن دبانے سے تمام یادداشتیں، تمام حساب کتاب اور ہر قسم کے کوائف نکال باہر کرسکتا ہے تو خالق کا سپر کمپیوٹر کائنات کی ساری کہانی کیوں نہیں دہرا سکے گا۔ اگر ذہن تعصب اور اختیاری جہالت سے مجبور نہیں تو وہ تسلیم کرے گا کہ آخرت میں احتساب اور جزاء وسزا جہاں ایمان بالغیب کا حصہ ہے وہاں بعید از عقل بھی نہیں۔ انسان کی ایک مجبوری اور بھی ہے، وہ یہ کہ اس دنیا میں لاکھوں انسانوں کے قاتل کو زیادہ سے زیادہ سزا موت ہی دی جاسکتی ہے اور اسی طرح جزا بھی محدود ہی دی جاسکتی ہے۔ مکمل جزا و سزا ممکن نہیں، لہٰذا عدل کا منطقی تقاضا ہے کہ کوئی ایسی عدالت ہونی چاہیے جو بمطابق ایوارڈ دینے کا اختیار رکھتی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان دنیوی علوم سے بے بہرہ تھا، اُسے آسمانی ذریعہ یعنی وحی سے بتایا گیا کہ تمہارا ایک خالق ہے، تمہارا اور کائنات کا مقدور موت ہے اور آخرت میں جزا وسزا کا نظام ہے۔ لیکن جب انسان عقلی طور پر جوان ہوگیا، بلکہ چھلانگیں لگانے لگا تب بھی اُسے صرف عقل اور دنیوی علوم کے سہارے چھوڑ نہیں دیا گیا، بلکہ اُس کی رہنمائی کے لیے آخری نبی اور رسول ﷺ کو ایسا معجزہ عطا کیا گیا جو زمان و مکان کی قید سے آزاد تھا، یعنی قرآن پاک۔ پھر اُس کے متن کے محفوظ رہنے کا بھی ڈنکے کی چوٹ اعلان کردیا گیا۔ اب سوال یہ کہ اللہ کی کتاب ہم سے کیا مطالبہ کرتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد ہے اور اُس کی ذات و صفات میں کوئی کسی بھی وجہ میں شریک نہیں۔ آخرت لازماً قائم ہوگی اور جزا و سزا میں صرف اللہ واحد فیصلہ کن اور فیصلہ ساز ہستی ہوگی۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ کی اطاعت لازم ہوگی اور اُن کی نبوت و رسالت تا قیامت قائم و

دائم رہے گی۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آج ہمارے پاس عقلی و نقلی سطح پر کوئی جواز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے احکام سے انحراف کریں یا ہم رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے گریز کے راستے نکال لیں۔ ہمیں خاص طور پر آج کے دور میں اُس شیطانی حملے سے محفوظ رہنا ہوگا جو بعض دانشوروں کے ذریعے ہم پر ہو رہا ہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ کے فلاں فلاں احکام وقتی اور عارضی تھے یا فلاں سنتِ رسول ﷺ درحقیقت اُس دور کے کلچر کا حصہ ہے اور آج ہم پر لازم نہیں کہ اُس کلچر کو بھی اپنائیں وغیرہ وغیرہ۔ ہمیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ یہ شیاطین انس اگر ہمارا تعلق اور رشتہ سنتِ رسول ﷺ سے کاٹنے میں کامیاب ہو گئے تو ہم رسول ﷺ سے ہی کٹ جائیں گے اور رسول ﷺ سے کٹ جانے والا بدقسمت انسان دربارِ الٰہی میں بھی بدترین عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔ یہ قرآنی تعلیمات کا مغز اور حاصل ہے۔

اللہ نے دین کے لیے جدوجہد کرنے کو اپنی مدد قرار دیا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کی اہم ترین سنت اللہ کے دین کو دنیا میں قائم کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک کائنات اور مقصودِ کائنات یعنی انسان کے لیے بننے والا دنیوی نظام ہم آہنگ نہیں ہو جاتے' امن قائم نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا نیکی کا نچوڑ تقویٰ کا حاصل اور اللہ کی رضا کا اصل ذریعہ یہ ہے کہ وہ نظام قائم کیا جائے یا اُسے قائم کرنے کی کوشش کی جائے جو اللہ اور رسول ﷺ نے انسانوں کو اپنی آخری کتاب میں فراہم کیا ہے۔ وقت کم اور مقابلہ سخت ہے۔ یہی تقدیر کا فیصلہ' یہی سنتِ رسول اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔ یاد رکھیں! انفرادی نیکی اچھی مثال قائم کرسکتی' جبکہ اجتماعی سطح پر قائم عادلانہ نظام فرد کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی ترغیب بھی دے سکتا ہے اور اُسے مجبور بھی کرسکتا ہے۔

ہماری دیگر تصانیف

نام کتاب	مصنف	قیمت
کتاب خلافت (پہلا ایڈیشن)	چودھری رحمت علی	50روپے
کتاب خلافت (دوسرا ایڈیشن)	چودھری رحمت علی	250روپے
جواز خلافت (اسلام انسانیت کا دین ہے)	چودھری رحمت علی	50روپے
خلافت ہمارے جملہ مسائل کا حل (کتابی شکل)	چودھری رحمت علی	50روپے
اسلام پر کیا گزری؟	چودھری رحمت علی	15روپے
شہادت علی الناس۔ ہمارا فرضِ منصبی	چودھری رحمت علی	20روپے
خلافت راشدہ	پروفیسر عبدالجبار شاکر	15روپے
عصرِ حاضر کے مسلمان اور اسلام	چودھری رحمت علی	20روپے
قرار دِ مقاصد میں وائرس	مہندس محمد اکرم خان سوری	125روپے
انسانیت کا دین؟ جمہوریت یا خلافت	ڈاکٹر نجم الدین	50روپے
الہ العالمین اور انسان	ڈاکٹر نجم الدین	250روپے

نوٹ:۔ پورا سیٹ -/800 روپے میں مہیا کر دیا جائے گا۔ ڈاک خرچہ بذمہ ادارہ

"سبق پھر پڑھ" کی جلدیں

جلد پنجم	جنوری 2005 تا دسمبر 2006
جلد ششم	جنوری 2007 تا دسمبر 2008
جلد ہفتم	جنوری 2009 تا دسمبر 2010
جلد ہشتم	جنوری 2011 تا دسمبر 2012
جلد نہم	جنوری 2013 تا دسمبر 2014
جلد دہم	جنوری 2015 تا دسمبر 2016

قیمت فی جلد -/250 روپے
ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

ملنے کا پتہ: دارالسلام واپڈا ٹاؤن، لاہور۔ فون 8425428 - 0300

Cell: 0300 - 8425428
Phone: 042 - 35187003
Fax: 042 - 35187003

Monthly
SABAQ PHIR PARRH
Lahore

Regd: CPL No. 91
Web: www.azmateislam.com
Email: khalafat@hotmail.com

ریاستِ مدینہ

حکومتِ وقت کی آج ریاستِ مدینہ کی طرز کی ریاست مسلمانانِ پاکستان بلکہ مسلمانانِ عالم کیلئے ایسی خوش کن صدائے سکون ہے کہ جس کی ٹھنڈک فرشتے بھی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسی خواہش کو وہ روح بھی محسوس کرتے ہونگے جو اللہ کے ہاں چلے گئے اس لیے کہ پاکستان کا وجود ہی اس غرض کیلئے معرضِ وجود میں آیا تھا۔ دعویٰ یہ کیا گیا تھا کہ ایک ایسی اسلامی ریاست کو معرضِ وجود میں لایا جائے گا جو قرآن وسنت کے کام کو بطور نمونہ کا پتہ دے گی۔

شاید یہ حقیقت ہمارے ذہن میں نہیں سماتی کہ ایسی ریاست صرف ایک ہی صورت میں وجود پذیر ہوسکتی ہے کہ انسان ساختہ آئین جو ہمارے ہاں اس وقت ہے کی بجائے قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنایا جائے۔ دورِ نبوت میں بھی مدینہ میں ایسی ریاست کبھی معرضِ وجود میں نہ آتی اگر 73ء کی طرح کا انسان ساختہ آئین بروئے کار لایا جاتا۔ دراصل مدینہ طرز کی ریاست کا نام لینے سے پہلے یہ اعلان ہونا چاہیے تھا کہ ہمارے ہاں مملکتِ عزیز میں قرآن وسنت بلکہ قرآن ہی آئینِ مملکت ہوگا کیونکہ قرآن میں خود سنت شامل ہے۔ اور تو اور محمد علی جناحؒ سے جب آئینِ پاکستان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں آئین چودہ سو سال پہلے کا یعنی قرآنِ مجید ہے۔ سخت غلطی پر ہے وہ جو ہمارے ہاں موجودہ یعنی اللہ ساختہ آئین کی بجائے انسان ساختہ آئین سے مدینہ کی سی ریاست قائم کرنے کی امید رکھے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر تا قیامت ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ سو بات کی ایک بات ہے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر مدینہ کی سی ریاست کو معرضِ وجود میں لانے کی خواہش ایسے ہی ہے جیسے کہ وضو کیے بغیر نماز کا ادا کرنا۔

الداعی الی الخیر:
تحریکِ عظمتِ اسلام دارُالسّلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور
فون: 0300-8425428, 0321-4114584